مفتی غلام رسول سامون
پرنسپل اسلامیہ اورینٹل کالج راجوری کدل سرینگر

غنیؔ کشمیری

غنیؔ کا تعلق اشائی خاندان سے ہے۔ یہ خاندان بخارا یا خراسان سے ترک وطن کر کے کشمیر میں آ بسا تھا اور اپنے زہد و تقویٰ کیلئے مشہور تھا۔ غنی نے یہ رجحانات ورثے میں پائے اور پھر ذاتی ریاضت اور ترک سے مقام خاص حاصل کر لیا۔ غنی نے تمام علوم متداولہ کی تعلیم پائی تھی۔ ادب کے علاوہ فلسفہ پر گہری نظر تھی اور طبابت کو بطور فن حاصل کیا تھا۔ غنی کے اساتذہ میں صرف ملا محمد محسن فانی کا ذکر ملتا ہے۔ غنی نے علوم ظاہری اور باطنی دونوں ہی فانی سے حاصل کئے۔ زندگی کا بیشتر حصہ غنی نے کشمیر ہی میں گذارا۔ اگرچہ چند تذکرہ نویسوں نے یہ لکھ دیا ہے کہ مدت العمر اپنے ہی شہر میں رہے لیکن غنی نے خود اپنی ہی ایک رباعی میں اپنے اطراف ہند میں جانے کا ذکر کیا ہے

اے بخت رساں بہائی کشمیر مرا   کردہ است ہوائی ہند دلگیر مرا
از صبح وطن بدہ طباشیر مرا   کشتم ز حرارت غریبی بیتاب

عمر کا بیشتر حصہ وطن ہی میں کافی تنگدستی کے عالم میں گذارا۔ ان کی کوئی گھریلو زندگی نہیں تھی۔ کیونکہ انہوں نے ساری عمر تجرد کے عالم میں گذاری۔ وہ تارک دنیا تھے اور یہ بات ان کے تخلص سے بھی صاف آشکار ہے۔ ان کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایک ٹوٹا پھوٹا مکان تھا، وہ بھی مال و متاع دنیا سے یکسر خالی تھا۔

Scanned with CamScanner

مسلم نے دیوانِ غنی کے دیباچے میں صاف صاف لکھا ہے کہ ان کے پاس کاغذ اور قلمدان کے علاوہ اسبابِ جہاں سے کچھ بھی نہ تھا۔ بس ایک بوریائے فقر زینت خانہ تھا اور غنی اسی میں مست تھے۔ فقر و فاقہ سے نہ تو ماتھے پر شکن آئی تھی اور ان کے پائے ہمت میں لغزش۔ وہ ایک گوشہ گیر فقیر تھے، جو مال و دولت کی محفلوں سے کتراتے تھے اور بادشاہوں اور امیروں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ان کے استغنا کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے تنور کیلئے ہمسایہ سے آگ طلب کرنے کو بھی عار سمجھتے تھے۔ مصنف مشاہیر کشمیر نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ غنی نے اپنے رہنے کیلئے ایک مختصر سا کمرہ منتخب کرلیا تھا۔ جب کمرے میں ہوتے تو دروازہ بند رکھتے اور کہیں جاتے تو کواڑ کھلے چھوڑ جاتے۔ کسی نے سبب پوچھا تو بتایا کہ ''دوکان کا اصلی مال تو میں ہوں۔ جب میں ہی نہ ہوں تو دروازہ بند کرنے کی کیا حاجت۔

کشمیر میں غنی کا زیادہ تر وقت خانہ نشینی میں ہی گذرا اور درس و تدریس یا شعر و شاعری کے علاوہ اگر کسی اور چیز سے انہیں شغف تھا تو ترک و ریاض سے۔ خانہ نشینی ہی کا دوران کی شاعری کے فروغ اور حلقۂ درس کی وسعت کا بھی دور ہے۔ اس دور میں انہوں نے دوستوں سے ملنا جلنا بھی ترک کردیا تھا۔ اگرچہ غنی کے زمانہ حیات میں ظفر خان احسن، اسلام خان اور سیف خان جیسے عالم دوست اور ادب نواز امراء کشمیر میں موجود تھے اور ان میں اسلام خان سے تو ان کے گہرے روابط بھی تھے لیکن انہوں نے شاعری کو کبھی کسبِ زر کا ذریعہ نہیں بنایا اور نہ کبھی کسی سے صلۂ شعر کے طالب ہوئے۔ بعض قلمی نسخوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک رباعی اورنگ زیب کی مدح میں اور ایک اس کے گھوڑے کی تعریف میں لکھی ہے جو شامل دیوان ہے۔ یقیناً اورنگ زیب سے غنی کو کسی صلہ کی امید نہ رہی ہوگی بلکہ انہوں نے اس بادشاہ کی فقیر منشی سے متاثر ہو کر رباعی کہی ہوگی۔

غنی اپنے متوسلین اور امرا کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ان میں سے اکثر کی موت ان کے سامنے ہوئی اور اس بات نے انہیں زندہ درگور سا کردیا۔ بالخصوص ایک جوان عزیز خورشید کی وفات کا انہیں بہت صدمہ ہوا۔ غنی چند اعلیٰ اقدار اور اخلاق کے

Scanned with CamScanner

نصیب ہے۔ وہ انسان کی بزرگی کا معیار اس کے علم و فضل، زہد و تقویٰ کو سمجھتے تھے نہ کہ زر و اقتدار یا جبہ و عمامہ کو۔ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونا، محنت کر کے کمانا، غربت میں بھی سینہ تانے رکھنا ان کے نزدیک ہی اس بات سے کہیں بہتر تھا کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے یا سر جھکایا جائے۔ آزادہ روی، عزت نفس، عالی ہمتی، بلند کرداری ان کا عام سبق تھا۔

غنی کی اصل شہرت تمثیل کی بدولت ہے۔ بقول قدرت اللہ گویا تمثیل گوئی میں غنی کا کلام بے نظیر ہے۔ کہتے ہیں کہ تمثیل یا مثالیہ شاعری کا آغاز فارسی ہی میں امیر خسرو نے کیا اور مرزا غالب نے اسے عروج کمال پر پہنچایا۔ اس میں شک نہیں کہ خسرو اور صائب کو شرف پیشروی حاصل ہے۔ لیکن غنی بھی تمثیل کا بادشاہ ہے۔ تقدم و تاخر سے بادشاہ کی بادشاہت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ غنی نے مثالیہ شاعری کو اتنی ترقی دی کہ اسے ایک مستقل فن بنا دیا اور مدتوں غنی کی پیروی کو ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی مستحسن سمجھا جاتا رہا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ غیروں نے غنی کی ستائش اور تعریف میں کیا کچھ کہا ہے۔

۱۔ محمد طاہر نصر آبادی تذکرہ معروف میں غنی کو اس طرح یاد کرتے ہیں۔

"حق یہ ہے کہ درست سلیقہ اور عجب خیال کے مالک تھے۔ تمام کے تمام اشعار لطیف ہیں۔"

۲۔ محمد افضل سرخوش اپنی کتاب کلمات الشعراء میں اس طرح لکھتے ہیں کہ خطہ کشمیر بلکہ تمام اقلیم ہند میں ان جیسا سخنور خوش خیال پیدا نہیں ہو سکتا۔ کہتے ہیں۔ صائب نے ان کے ایک بیت پر اس قدر رشک کیا اور کہا اے کاش اگر عمر بھر جتنا کچھ میں نے کہا ہے وہ سب اس کشمیری کو دے دیتے اور یہ بیت وہ مجھے دے دیتے۔

حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہم رنگ زمین بود گرفتار شدم

۳۔ امیر شیر علی خان لودی مؤلف مراۃ الخیال اس طرح تعریف کرتے ہیں
"ان کے اشعار مانند گوہائے ثمین ہیں۔ معانی میں طراوت اور کلام میں خوب

حلاوت بھری ہوئی ہے۔ جو کچھ انہوں نے طبع کیا وہ تمام آج ایران وتوران اور ہندوستان کے لوگوں کی زبانوں پر جاری ہے۔''

۴۔ مؤلف سفینہ خوشگو غنی کے بارے میں اس طرح اظہار کرتے ہیں۔ کہ صاحب سخن اور فن جادو کو آراستہ کرنے والے تھے۔ چنانچہ شاہ جواد درویش اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان کا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام سے نیچے اور مخلوق کے کلام سے اوپر ہے۔ اس قدر بلند پائے تک پہنچاتے تھے۔

۵۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری واقعات کشمیر میں سخنوری غنی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ صاحب عالی طبع تھے۔ فن سخنوری کو درجہ کمال تک پہنچایا۔

۶۔ تذکرہ ریاض الشعراء میں مؤلف والہ داغستانی نے یہ کلمات لکھے ہیں۔ درستی زبان، روانی الفاظ اور لطافت معانی میں خاصی مقبولیت حاصل تھی۔

۷۔ مولانا شبلی نعمانی نے شعر العجم میں لکھا ہے کہ غنی صنعت تمثیل کے بانیوں میں سے ایک بانی شمار کئے جاتے ہیں۔

غنی کی صحت ٹھیک نہیں رہتی تھی اور وہ اکثر امراض وعوارض میں مبتلا رہا کرتے تھے۔ مسلم کا بیان ہے کہ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گئے تھے۔

غنی نے ۱۰۷۹ء میں انتقال کیا اور سرینگر ہی میں دفن ہوئے۔ اس طرح کشمیر ہی نہیں بلکہ سارا ہندوستان اس دور کے ایک عظیم فارسی شاعر سے محروم ہو گئے۔

محمد علی ماہر نے تاریخ وفات کہی۔

چو دادش فیض صحبت شیخ کامل محسن فانی ۔۔۔ غنی سر حلقۂ اصحاب او در نکتہ دانی شد

غنی چوں کرد بزم شیخ را گفتند تاریخش ۔۔۔ کہ آگاہ سوی دار البقا از دار فانی شد

۱۰۷۹